بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

اخبارات میں خبریں آچکی ہیں کہ حکومت اب دینی مدارس کو بھی اپنی تحویل میں لینا چاہتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی محترم وزیر مذہبی امور نے بھی خطباتِ جمعہ کو سرکاری ہدایات کا پابند بنانے کیلئے ایک "حسین" منصوبہ پیش کر دیا ہے۔

منبر و محراب کے ساتھ مسجد و مدرسہ کو بھی آمریت کی لونڈی بنا دینے کے یہ ارادے نئے نہیں بلکہ اسلامی خلافت کے ملوکیت سے بدل جانے کے بعد ہر دور کی لادینی طاقتوں کی ایک دیرینہ حسرت رہی ہے۔ یہ حسرت انگریز سے پہلے بھی دینِ اکبری کے علمبردار اکبر کے زمانہ میں ظاہر ہوتی رہی۔ اس دور کے ابوالفضل اور فیضی نے دین کے رہے سہے نقوش کو بھی مٹا دینے ہی کے لئے اکبر کو آمادہ کیا کہ آزادانہ دینی نظامِ تعلیم و تبلیغ کے تمام مظاہر کو ایک ایک کر کے مٹا دیا جائے۔ پھر انگریز کا دور آیا اس نے کیا کچھ نہ کیا۔ لاکھوں علماء تہ تیغ ہوئے دینی مراکز تہس نہس کر دئیے گئے مدارس اجڑ گئے مساجد مسمار ہوئیں۔ کتاب و سنّت کو پامال کیا گیا۔ مگر دین کی آزادانہ شان بان کو برقرار رکھنے والے علماءِ حق اتنے سخت جان نکلے کہ سب کچھ لٹا کر بھی محبوبانِ دین اور طلبائے علم کی آبرو برقرار رکھی۔ اور علمِ دین کو اقتدار کی غلط خواہشات کی تکمیل کے لئے ایک داشتہ بن جانے سے بچائے رکھا۔ برصغیر میں عیسائیت کی یلغار ہوئی، ہندو اکثریت نے مسلمانوں کو مٹانا چاہا مغربی سیلاب کی یلغار ہوتی دو سو برس انگریز نے ہندوستانی مسلمانوں کو ظاہراً و باطناً انگریز بنانے کیلئے کروڑوں اربوں رقم خرچ کی ایک نیا نظام و نصابِ تعلیم رائج کیا یہ سب کچھ ہوا مگر برصغیر میں اسلام اور مسلمانوں کا انجام اندلس، تاشقند اور سمرقند کی طرح نہ ہوا، اسلام نہ صرف بچا رہا بلکہ ہر باطل قوت کو دبا دبا کر ابھرتا رہا۔ آج ہماری اسلامی تعلیم، ثقافت، اسلامی تشخص اور پھر نظریۂ پاکستان کے نام پر الگ خطّے کا حصول یہ سب کچھ ان مدارسِ عربیہ ہی کی بدولت ہے جو غلامی کی تاریکیوں میں ایک روشن قندیل کی طرح نہ صرف اسلامی علوم بلکہ اسلامی اخلاق و عادات آزادی اور حریت، جہاد اور سرفروشی کی روشنی بھی پھیلاتے رہے ہیں۔ سے حریتِ فکر اور جودتِ ذہن سے سرشار قائدینِ حریت اور سرفروشان

ملک وملت سے نکلے۔

بہرحال یہ سب چیزیں تاریخ کا ایک ایسا واضح اور قطعی حصہ ہیں جس پر کسی اضافے کی ضرورت نہیں۔ مدارس عربیہ نہ ہوتے تو آج برصغیر کی مسجدیں اذانوں کو ترستیں، مدرسے تعلیم دین کے نام سے ناآشنا ہوتے اور یہاں کی حالت امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ کے دیس سے مختلف نہ ہوتی آج اسپین کی مسجد قرطبہ کی طرح لاہور کی شاہی مسجد بھی اذان اور نماز کے لئے ترستی اور اسلامی سربراہوں کے اجتماع جیسا حسین وجمیل منظر کبھی نہ دیکھ سکتی۔

ایوب خان کے دور میں اسلام دشمن طاقتوں کی نظریں بھی مدارس پر پڑیں اور بے دین لوگوں نے اُسے سہارا دیا منصوبے بنتے رہے، ملّت فروش مذہب نما افراد نے تجاویز بنائیں کہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے امیر المومنین بننا ہے تو مولویوں کو ختم کردو، دین کو ماڈرن بنادو، مدارس کو قفل لگوادو تمہیں بقا سے دوام مل جائے گی اور مجدد وقت بن جاؤ گے، ایسے ہی خردماغوں نے ایوب خان سے عائلی قوانین نافذ کروائے اور دین کی تحریف وتلبیس کا ایک طویل سلسلہ رسوائے زمانہ ڈاکٹر فضل الرحمان کی شکل میں شروع کیا جو ایوب خان کے دوام کا نہیں بلکہ علماء اور دینی قوتوں کی شدید بیزاری کا سبب بن کر بالآخر ایوب خان کے شرمناک زوال منتج ہوا ایوب خان اہل دین کو نہ چھیڑتے تو ملکی استحکام وسالمیت اور مادی ترقیاتی منصوبوں کے لحاظ سے وہ اوروں سے بہرحال بہتر تھے اور اہل حق کو اس لحاظ سے اُن سے کوئی بیر نہ تھا۔ مگر وہی ہوا جو سنت اللہ ہے۔ آج نہ ایوب خان ہے نہ فضل الرحمان، نہ ان لوگوں کو ان کے درباری ملّت فروش مولویوں کے فتوے بچا سکے نہ سلطان وقت کی ہمرکابی پر جبہ سائی کرنے والے مشائخ کی دعائیں ان تمام لوگوں کا آج بھی یہی شیوہ ہے۔ صرف لبادہ بدل گیا ہے مگر مذہب زندہ ہے، علماء حق کا جوش اور ولولہ قائم ہے۔ مدارس عربیہ علوم اسلام کی ضیاء پاشیاں لئے رواں دواں ہیں مساجد کلمۂ حق سے گونج رہی ہیں۔ مجالس وعظ و تبلیغ و ارشاد آباد ہیں۔ جمہوریت کی موجودہ حکومت کے قائد عوام وزیراعظم صاحب پر ہے جنہیں عوام کے مزاج پہچاننے کا بڑا ملکہ ہے۔ وہ حالات اور اس کے نتائج کو بھی سمجھتے ہیں۔ مگر بیٹھے بٹھائے کسی بے بصیرت لوگوں نے انہیں بھی ایک ایسے راستہ پر ڈال دیا جو بالآخر مسلمانوں کی نہایت دلآزاری اور اللہ کی رحمتوں سے محرومی کا سبب بنے گا اور اپنے دامن میں سوائے حرمان اور بربادی کے کچھ نہیں رکھتا۔ قادیانی مسئلہ کے حل ہو جانے کے بعد یکایک ایسی باتوں کا اخبارات میں آجانا اور حکومت کا اب تک چپ سادھ لینا تشویش و پریشانی کن افواہوں اور خیالات کا سبب بنتا جارہا ہے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے قادیانی مسئلہ

پر مجبور اور بے بس ہو کر جو قدم اٹھایا اس سے یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ یہاں کی اسلامی طاقت کا ایک اہم ترین سرچشمہ مدارس عربیہ ہیں، قادیانیوں کو تو اپنا دشمن پہلے سے معلوم ہے۔ ملک میں سوشلسٹ طاقتوں کو بھی علماء اور ان کے مراکز اور سرچشموں کا وجود ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ اب اگر حکومت نے خدانخواستہ کوئی بھی ایسا اقدام کیا تو اسے لازماً ان تین طاقتوں کا قادیانی مسئلہ کے فاتحین سے انتقام سمجھا جائے گا۔ کیا واقعی حکومت ایسا اقدام کرکے قادیانیوں کے زخموں کا اندمال کرنا چاہتی ہے۔ اور کیا واقعی یہاں لادینی سوشلزم کا قطعی قیام مقصود ہے۔؟ اور کیا حکومت کا مقصد یہی ہے کہ اس کے لادینی اقدامات پر کوئی انگلی اٹھانے والا نہ رہے۔ اور بجائے کلمۂ حق کے یہاں فاسق و فاجر کے منکرات و معاصی کو اللہ اور رسول کی عین اطاعت قرار دینے والے سرکاری ملاؤں اور علماء رسوا کا دور دورہ ہے؟ یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے اور حالات ان اندیشوں کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ حکومت نے بہت سے کارخانے بنک اور زمینیں قومی تحویل میں لے لی ہیں۔ اب شاید وہ ان دینی کارخانوں اور مدارس عربیہ کا بھی استحصال کے نام پر استحصال کرنا آسان سمجھتی ہے۔ مگر اسے شاید معلوم نہیں کہ مادی منافع پر مبنی فیکٹریوں اور املاک کا معاملہ اور ہے اور شمع رسالت کو روشن رکھنے والے مدارس اور مراکز کی حیثیت اور۔ یہ معاملہ بڑا نازک ہے اور اہل علم اس معاملہ میں نہایت حساس۔ حکومت کو چند ٹکوں کے لئے ایمان اور ضمیر بیچنے والے بہت ہی کم ملیں گے۔ مدارس عربیہ کی چٹائیوں پر عمر عزیز صرف کر دینے والے اساتذہ اور سوکھے ٹکڑوں پر گذارا کرکے جوانیاں لٹا دینے والے طلباء علوم نبوت کے ان بادہ ہاؤسوں کو بچانے کیلئے سر دھڑ کی بازی لگائیں گے۔ جو مدارس دینیہ کی شکل میں قائم ہیں۔ جن کا ایک سرا دامانِ نبوت سے اور دوسرا عالم کی بقاء اور مسلمانوں کی حیاتِ ابدی سے وابستہ ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ارباب مدارس اور ہر مکتب فکر کے علماء حق نے ملتان میں جمع ہو کر اس بارہ میں اپنی زندگی کا ثبوت دیا ہے۔ مدارس عربیہ کے تحفظ کے لئے ایک فعال متحدہ تنظیم اتحاد المدارس العربیہ کے نام سے قائم کر دی گئی ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ تمام مدارس بلا لحاظ اختلاف مسلک و مشرب اس تنظیم کی ہدایات اور مشوروں کی قطعی پابندی کریں گے۔ تاکہ مدارس عربیہ کا یہ چراغ مصطفوی ہمیشہ ہمیشہ روشن رہے ——

اس وقت اسی اجمال پر اکتفاء کرتے ہوئے تفصیلات کو آئندہ صحبت پر چھوڑتے ہیں۔

واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق